ڈاکٹر برنارڈ لوئیس

عربوں کے احسانات یورپ پر

ایک حقیقت جس کا دشمن بھی اعتراف کرتے ہیں

(۲)

۱۔ "عربوں کی تاریخ کا نمونہ"، جو ابو الفرج کی تاریخ کا خلاصہ ہے۔ اس کے آخر میں عربی تاریخ، علوم و فنون ادب اور مذہب پر مختلف حیثیتوں سے نہایت تحقیق کے ساتھ سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔ یہ کتاب مستشرقین کی ادبیات میں بہت اہمیت رکھتی ہے اور ایک زمانے تک اس کی بلند پایہ حیثیت کو عام طور پر تسلیم بھی کیا گیا۔ یہ آکسفورڈ میں پہلے پہل ۱۶۴۹ء میں اور پھر ۱۸۰۶ء میں طبع ہوئی۔

۲۔ لامیۃ العجم، یہ طغرائی کی مشہور عربی نظم ہے جسے ترجمہ، نقد و تبصرہ اور مفصل تشریحات کے ساتھ شائع کیا گیا۔ یہ ۱۶۶۱ء میں آکسفورڈ میں طبع ہوئی۔

۳۔ المختصر فی الدول، ابو الفرج کی تاریخ کا عربی متن ترجمہ کے ساتھ۔

پوکاک کی علمی زندگی اور اس کے کارناموں نے یورپ میں علوم مشرقیہ کی تحقیقات کا نیا باب کھولا۔ اپنے زمانہ ہی میں اسے کافی شہرت حاصل تھی اور بعد کے مغربی علماء تو سب کے سب اس کے مرہون احسان ہیں۔ یورپ کے گوشہ گوشہ سے اہل علم اس سے امداد و مشورہ طلب کرتے تھے اور بہت سے ملکوں حتیٰ کہ رومانیہ تک کے طلبہ یورپ کے اس مسلم الثبوت استاد سے عربی پڑھنے آکسفورڈ آیا کرتے تھے۔ یورپ میں علوم عربیہ کا دوسرا قریب قریب اسی پایہ کا ماہر ایک ڈچ تھا جس کا نام گولیس (GOLiUS) تھا اور جو لیڈن (LEYDEN) یونیورسٹی میں عربی کا پروفیسر تھا۔ پوکاک کے متعلق اس کا بیان ہے کہ جہاں "تک علوم مشرقیہ کا تعلق ہے، پوکاک کے پایہ کا دوسرا عالم نہیں۔ ان کتابوں کے علاوہ جن کے نام اوپر دیئے گئے ہیں، اس نے بہت سے تحقیقی رسالے اور قلمی نسخے چھوڑے جو اس کے مرنے کے بعد آکسفورڈ کی باڈلین (BODLEiAN) لائبریری نے حاصل کر لیے اور آج تک موجود ہیں۔ یہ اس کتب خانہ کے شعبۂ عربی کا قابل قدر جزو ہے۔

اس نے اپنے بعد چھ لڑکے چھوڑے جن میں سے سب سے بڑے لڑکے کا نام بھی ایڈورڈ پوکاک تھا یہ ۱۶۴۸ء سے ۱۷۲۷ء تک زندہ رہا اور اپنے باپ کے نقشِ قدم پر چل کر تحصیلِ علوم مشرقیہ میں سے

مصروف رہا۔ اس کی شائع شدہ کتابوں میں عبداللطیف کی "تاریخ مصر" کا ناتمام نسخہ اور اس کا ترجمہ اور ابنِ طفیل کی ایک مشہور فلسفیانہ تالیف کا ترجمہ ہے۔

اسی طرح سترہویں صدی عیسوی میں انگلستان میں تحصیلِ علوم عربیہ کے سلسلے میں بہت نمایاں ترقی ہوئی۔ علومِ مشرقیہ کے اس تازہ ذوق و شوق کے کئی اسباب ہو سکتے ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ مذہبی سبب بھی ایک اہم سبب تھا۔ اس زمانہ میں یہ احساس پیدا ہو چکا تھا کہ عربی اور عبرانی میں بہت قریبی تعلق ہے۔ اس لیے یہ توقع تھی کہ عربی زبان حاصل کر لینے سے عہد نامۂ قدیم (توریت) کے متعلق مزید تحقیقات میں مدد ملے گی۔ اس سے بھی زیادہ اہم سبب عربی زبان اور عربی تاریخ کی عام تمدنی اہمیت کا روز افزوں احساس تھا۔ ایک صدی پہلے یورپ میں احیائے علوم کا وسیع معنوں میں دور دورہ تھا۔ اس سلسلے میں قدیم زبانوں اور ان کے متعلق تحقیقات سے نئی دلچسپی پیدا ہوئی۔ یہ ایک فطری امر تھا کہ بنی نوع انسان کی تاریخ اور تمدن کا مطالعہ کرنے والوں کو عربی دنیا کی اس غیر معمولی اہمیت و حیثیت کا احساس ہوا جو اسے تاریخ انسانی میں حاصل ہے اور انہوں نے اس تاریخی ذخیرے سے اپنی معلومات میں اضافہ کرنے کی کوشش کی۔ بڈویل (BEDWELL) کیسٹل (CASTELL) اور پوکاک (POCOCKE) ان سب نے عربی زبان کی عام اہمیت پر مضامین لکھے جن میں یہ بتایا کہ محققین کے لیے اس زبان کا حاصل کرنا کس قدر ضروری ہے۔

آخر میں ہمیں ان تجارتی اور سیاسی تعلقات کا جو انگلستان اور مشرقِ قریب کے درمیان از سر نو قائم ہوئے اور ان نئے مفادات اور مواقع کا جو اس طرح پیدا ہوئے ذکر کرنا چاہیئے۔ یہی اسباب تو تھے جن کی وجہ سے پوکاک دو مرتبہ مشرق کے پُرنتائج سفر کامیابی کے ساتھ انجام دے سکا۔ علومِ مشرقیہ سے یہ نئی دلچسپی عام اور ہمہ گیر تھی۔ آرچ بشپ لاڈ (ARCHBISHOP LAUD) جیسی بلند مرتبہ شخصیت نے بھی انگلستان میں تحصیلِ علوم عربیہ کی توسیع و ترقی میں بہت کوشش کی اور آکسفورڈ میں عربی تعلیمات کی پہلی کرسی قائم کرنے کے لیے مالی امداد بھی دی۔

اس طرح سترہویں صدی میں اس انتشار کے باوجود جو خانہ جنگی کی وجہ سے پیدا ہو گیا تھا نمایاں علمی کارنامے انجام پائے۔ آکسفورڈ اور کیمبرج میں تحصیلِ علوم عربیہ کے مرکز قائم کیے گئے۔ بہت سی کتابیں شائع ہوئیں اور ایک نیا علم پیدا ہوا جس کے جاننے والے بہت سے نامور علماء نے جو بعد کی صدی میں ظاہر ہوئے عربوں اور یورپ دونوں کے تمدنی ترکہ کو اپنی تحقیقات سے مالا مال کر دیا۔ ان کے متعلق ہم اگلی تقریر میں بحث کریں گے۔

اٹھارہویں صدی

انگلستان میں مشرقی علوم کا جو بیج سترہویں صدی میں بویا گیا تھا وہ چار سال بعد بارآور ہوا۔ اٹھارہویں صدی کے اوائل میں آکسفورڈ اور کیمبرج میں پروفیسری کی دو نئی اسامیاں قائم کی گئیں اور اس طرح اب انگلستان کی ان دونوں یونیورسٹیوں کو عربی کی دو دو کرسیوں کی موجودگی پر فخر کرنے کا موقع حاصل ہو گیا۔ اس زمانہ کے نامور ماہرین علوم عربیہ کی تعداد اتنی زائد ہے کہ ہر ایک کا جدا جدا ذکر نہیں کیا جا سکتا۔ ہم صرف یہی کر سکتے ہیں کہ ہنٹ (HUNT) وہائٹ (WHITE) ہائڈ (HYDE) گیگنیئر (GAGNIER) براؤن (BROWN) والس (WALLIS) اور فورڈ (FORD) جیسے اٹھارہویں صدی کے چند علماء کا ذکر کر دیں۔ یہ سب کے سب اپنے زمانے کے مشہور اساتذہ اور محققین شمار کیے جاتے تھے۔ اس سلسلہ میں چند علماء کے نام خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔ پریڈو (PRIDEAUK) نے جو ۱۶۴۸ء سے ۱۷۲۸ء تک زندہ رہا، سیرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک کتاب تالیف کی۔ چاپلو (CHAPPELOW) نے جو ۱۶۸۳ء سے ۱۷۶۸ء تک زندہ رہا، عربی صرف و نحو کی ایک کتاب تالیف کی۔ لامیۃ العجم اور عربی ادب کے سب سے زیادہ دقیق کتاب "مقاماتِ حریری" کا انگریزی میں ترجمہ کیا۔ کارلائل (CARYLE) نے ایک بغدادی سیاح سے کیمبرج میں عربی پڑھی اور بہت سی عربی نظموں کا انگریزی میں ترجمہ کیا۔ انگلستان میں اٹھارہویں صدی کے ماہرین علومِ عربیہ میں سے چار علماء کی علمی خدمات خاص اہمیت رکھتی ہیں کیونکہ وہ انگریزی تمدن کے ترکہ کا وہ خاص حصہ ہے جس نے انگریزی ادیبوں کو عام طور پر بہت متاثر کیا۔

ان میں کا پہلا شخص سائمن اوکلے (SIMON OAKLEY) تھا جو ۱۶۷۸ء سے ۱۷۲۰ء تک زندہ رہا، اس نے کیمبرج اور آکسفورڈ دونوں جگہ عربی کی تعلیم حاصل کی اور نوجوانی ہی میں غیر معمولی ذہانت رکھنے والے طالبِ علم کی حیثیت سے مشہور ہو گیا تھا۔ یہ آکسفورڈ کے مشہور ماہرِ علومِ عربیہ ایڈورڈ پوکاک کا شاگرد تھا جس کا ذکر پچھلی تقریر میں کیا جا چکا ہے۔

اوکلے اپنی ایک کتاب کے دیباچہ میں نہایت عزت و احترام کے ساتھ اپنے استاد کا ذکر ان الفاظ میں کرتا ہے۔ "وہ فاضل و محترم ڈاکٹر پوکاک جن کی ذاتِ گرامی اس عہد اور اس قوم کے لیے باعثِ فخر و زینت ہے اور جن کی یاد میرے لیے قابلِ احترام ہے۔" اوکلے جو بالآخر کیمبرج میں عربی کا پروفیسر ہو گیا تھا، علوم عربیہ سے والہانہ شغف رکھتا تھا بلکہ اس نے مادی چیزوں سے غفلت برتنے کی وجہ سے اپنے اور اپنے بہت سے بچوں کو سخت غربت میں مبتلا کر دیا تھا۔ بہت سے مصائب اور ذاتی مشکلات کے باوجود اوکلے نے اپنا کام جاری رکھا اور اپنی کوششوں میں کبھی کوتاہی نہیں کی۔ تحصیل السنہ مشرقیہ کے لیے ایک عام مقدمہ اور ابنِ طفیل کی کتاب حی بن یقظان کے انگریزی ترجمہ کے علاوہ اوکلے کا خاص کارنامہ اسلام کی سیاسی و تمدنی تاریخ ہے جو اس نے تین جلدوں میں انگریزی زبان میں تالیف کی۔ اس کتاب کے ذریعہ

پہلے پہل اس امر کی کوشش کی گئی کہ انگریزوں کو عام پسند اور عام فہم زبان میں عربی تہذیب کے کارناموں سے روشناس کیا جائے ۔ اس سے پہلے زمانے میں جو چند خاص ماہرین علوم عربیہ گزرے تھے، ان کی تالیفات سے صرف مخصوص ماہرین ہی واقف ہوتے تھے لیکن اوکلے نے پہلی بار علوم مشرقیہ کے سلسلے میں اپنی تحقیقات کے ثمرات انگلستان کے پڑھے لکھے لوگوں کے زیادہ وسیع حلقے کے سامنے پیش کیے جسے اس طرح اسلامی دنیا کے شاندار کارناموں سے کچھ نہ کچھ واقفیت حاصل ہو گئی ۔ گو اوکلے کی یہ تاریخ حال کی تحقیقات کے پیش نظر بعض حیثیتوں سے غلط اور فرسودہ ہے، تاہم اُسے اپنے زمانہ میں ایک قابلِ قدر کارنامہ شمار کیا جاتا تھا اور یورپ کے اہلِ علم اور مؤرخین جن میں انگلستان کا مؤرخ اعظم گبن (GIBBON) بھی شامل ہے جس کی تاریخ "سلطنت روما کا زوال وخاتمہ" (DECLINE AND FALL OF THE ROMAN EMPIRE) عالمگیر شہرت حاصل کر چکی ہے ، اسے قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے ۔ اس تالیف کی وجہ سے مؤلف کو انگریزی ادب میں مرتبہ ودوام حاصل ہو گیا ۔

اس زمانے کی ایک اور بڑی شخصیت جارج سیل (GOORGE SALE) کی ہے جو ۱۶۹۷ء سے ۱۷۳۶ء تک زندہ رہا ۔ اسلام سے اُسے اس قدر دلچسپی تھی کہ گبن نے جس، کا ہم نے ابھی ذکر کیا ہے اُسے "نیم مسلم" بتایا ہے ۔ گو یہ بیان شاید مبالغہ آمیز ہے ، تاہم اس سے کسی حد تک یہ پتہ ضرور چلتا ہے کہ سیل کے بارے میں اُس کے معاصرین کی کیا رائے تھی ۔ سیل کا پیشہ وکالت تھا ۔ اُس نے فرصت کے اوقات میں عربی پڑھی اور عربی کتابوں کے قلمی نسخوں کا ایک بڑا ذخیرہ جمع کیا ۔ اس کا خاص علمی کارنامہ جو اس کی سب سے بڑی یادگار ہے ، قرآن پاک کا انگریزی ترجمہ ہے جو ۱۷۳۴ء میں شائع ہوا ۔ یہ تمام یورپی زبانوں میں قرآن کا سب سے پہلا مکمل ترجمہ ہے ۔ مسلمان اس کام کی عظمت کو اچھی طرح سمجھ سکتے ہیں ۔ اس سخت اور دشوار کام میں سیل کو اس حد تک کامیابی ہوئی کہ بہت سے ماہرین کا آج بھی یہ خیال ہے کہ قرآن کا اس سے بہتر ترجمہ موجود نہیں یہ اب تک لاتعداد بار طبع ہو چکا ہے اور آج بھی کثرت سے مستعمل ہے ۔ فرانسیسی، جرمن اور پولستانی زبانوں میں قرآن پاک کے جو ترجمے ہوئے وہ سیل ہی کے انگریزی ترجمہ پر مبنی ہیں ۔

سیل نے محض ترجمہ ہی پر اکتفا نہیں کی حالانکہ صرف اس کام کے لیے بھی بڑی علمی قابلیت کی ضرورت تھی ۔ اس نے انگریزوں کے استفادہ کے لیے اپنے ترجمہ کے ساتھ ساتھ مفصل حاشیے اور شرحیں اضافہ کر دیں تاکہ بعض مشکل عبارتیں اُن کی مدد سے صاف اور آسان ہو جائیں ۔ اس ترجمہ کے ساتھ جو مفصل دیباچہ شامل ہے وہ اصل مذہب اسلام پر ایک مقالہ کی حیثیت رکھتا ہے ۔

اٹھارہویں صدی کے ادیبوں نے سیل کے ترجمے سے بہت کام لیا ہے ، کیونکہ ان کے پاس اسلام کی

اس مقدس کتاب اور پیغمبر اسلام کے متعلق معلومات حاصل کرنے کا ایک یہی ذریعہ تھا۔ یورپ میں بھی اس کا بہت وسیع مطالعہ کیا گیا۔

والٹیر نے اپنی "لغت فلسفہ (PHILOSOPHIC DICTIONARY) میں اس کا حوالہ دیا ہے سیل کی دوسری تصنیفات کے سلسلے میں بیل (BAYLE) کی انسائیکلوپیڈیا کا بھی ذکر کیا جا سکتا ہے جو دورِ جدید میں یورپ کی پہلی انسائیکلوپیڈیا خیال کی جاتی ہے اور جس کی تالیف میں سیل نے بھی ہاتھ بٹایا تھا۔ وہ تمام مضامین جو اس کتاب میں عربوں کے متعلق ہیں اسی کے لکھے ہوئے ہیں۔

تیسرا اہل علم سر ولیم جونس (SIR WILLIAM JONES) ہے جو ۱۷۴۶ء سے ۱۷۹۴ء تک زندہ رہا۔ جونس علوم عربیہ کے مقابلے میں ہندوستانی علوم کے ماہر کی حیثیت سے زیادہ مشہور ہے۔ اس میں شک نہیں کہ جہاں تک یورپ میں ہندوستانی علوم کی تحصیل کا تعلق ہے، اسے اوّلیت کا شرف حاصل ہے۔ جیسے جیسے یورپی ممالک کے قدم مشرق میں آگے بڑھتے گئے۔ انگلستان اور فرانس میں روز بروز ہندوستانی چیزوں سے دلچسپی بڑھتی گئی اور یک بہ یک علمی سرگرمیاں شروع ہوگئیں۔ ہندوستان اور انگلستان میں انگریز اہل علم نے سنسکرت کی پرانی کتابوں کا مطالعہ کیا اور سنسکرت زبان کے قواعد مدوّن کیے۔ اسی طرح انہوں نے علوم مشرقیہ کی ایک جدید شاخ کی بنا ڈالی جس نے ایک صدی بعد جرمنی اور دوسرے مقامات میں بہت فروغ پایا۔ اگرچہ سر ولیم جونس کا خاص کام ہندوستان سے متعلق تھا، وہ علوم عربیہ میں خاص قابلیت رکھتا تھا بلکہ سنسکرت سے بہت پہلے اس نے عربی شروع کی تھی۔ شاید اس کا ہندوستان کا سفر بھی کسی حد تک اسی دلچسپی کی بنا پر تھا جو اسے عربی زبان اور اسلام سے تھی۔ اسے بچپن ہی میں عربی سے لگاؤ پیدا ہوگیا تھا اور وہ اپنے طور پر اسے سیکھتا رہا۔ اُس نے آکسفورڈ آکر عربی اور فارسی کا گہرا مطالعہ کیا اور وہ ایک شامی مسلمان کو اپنی تعلیم کے لیے لایا۔ عربی زبان کے متعلق اُس کی خاص تالیف معلقات کا انگریزی میں کامل ترجمہ ہے جو زمانہ جاہلیت کے سات مشہور عربی قصائد پر مشتمل ہے اس طرح جونس نے انگلستان کے اہلِ علم کی بڑی خدمت انجام دی کہ انہیں قدیم عربی ادب کے ان جواہر ریزوں سے روشناس کیا۔ ہندوستان کے قیام کے زمانے میں یہی نہیں کہ اُسے شرعِ اسلامی پر متعدد کتابیں شائع کرنے کا موقع ملا بلکہ اُس نے ہندوستان کے متعلق بھی بہت سے تحقیقی رسالے شائع کیے۔

آخر میں ہم بہت اختصار کے ساتھ جے۔ ایل۔ برک ہارٹ (J. L. BURCKHARDT) کی زندگی پر نظر ڈالتے ہیں جو ۱۷۸۴ء سے ۱۸۱۷ء تک زندہ رہا۔ برک ہارٹ اصلاً سوئٹزرلینڈ کا باشندہ تھا۔ مگر اس نے انگلستان میں تعلیم پائی اور پھر یہیں سکونت اختیار کرلی۔ چند سال یورپ کی یونیورسٹیوں میں تعلیم

حاصل کر کے وہ حلب گیا جہاں رہ کر اُس نے عربی زبان میں کافی ملکہ حاصل کر لیا۔ اُس نے اپنی زندگی کا بڑا حصہ شام، مصر اور عرب کی سیاحت میں گزارا۔ وہ محمد علی پاشا کی خاص حمایت میں مکہ مکرّمہ کی زیارت کا شرف حاصل کرنے میں کامیاب ہوا۔ اس کی خاص تالیفات وہ سفرنامے ہیں جو مشرقِ قریب میں اس کی سیاحت کے متعلق ہیں۔ اس کی کتاب "بدوی عرب اور وہابی (BEDUINS AND WAHABIS) جو ذاتی تجربات پر مبنی ہے، اُس اہم ترین تحریک کا صحیح اور مفصل بیان ہے جو کچھ ہی پہلے اپنی طاقت و وسعت کے پہلے دور میں اوجِ کمال کو پہنچ چکی تھی۔ اس نے ان عربی ضرب الامثال کا ایک بڑا ذخیرہ مدوّن کیا جو اس نے اپنی سیاحت کے دوران میں جمع کی تھیں اور عربی متن کے ساتھ ساتھ ان کا انگریزی ترجمہ مع شرح کے شائع کیا۔ اس کی کتابیں دور دور پڑھی اور قدر کی نگاہ سے دیکھی جاتی تھیں۔ ان کتابوں کا ترجمہ انگریزی سے یورپ کی بہت سی زبانوں میں ہوا۔ ۱۸۱۷ء میں مصر میں اس کا انتقال ہو گیا۔

اٹھارہویں صدی کا آخری حصّہ وہ دور ہے جس میں مشرقی تہذیب کے متعلق مغرب میں بہت دلچسپی پائی جاتی تھی۔ ایشیا میں روز بروز یورپی اثر کے بڑھنے اور ان ترجموں کی وجہ سے جو ان علماء کے علاوہ جن کا ہم نے ذکر کیا ہے۔ بہت سے دوسرے علماء نے عربی اور فارسی زبانوں سے کیے۔ انگلستان کے اکثر ادیب عربی ادبیات سے واقف ہو گئے۔ الف لیلے کے اس ترجمہ کا بھی کافی اثر پڑا جو یورپی زبان میں پہلے پہل ہوا اور اس صدی کے آغاز میں شائع ہوا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ یورپی ادب میں مستشرقیت (ORIENTALISM) کی ایک لہر دوڑ گئی۔ انگریز شاعر اور مصنفین نے عربی و فارسی ماخذوں کو پیش نظر رکھ کر مشرقی موضوع پر قصے کہانیاں تیار کرنی شروع کر دیں۔ یہ تحریک انگلستان کے علاوہ یورپ کے دوسرے ممالک میں بھی پھیل گئی اور وہاں اس کی وجہ سے رومانیت کا احیاء (ROMANTIC REVIVAL) عمل میں آیا۔ جرمن شاعرِ اعظم گیٹے (GOETHE) مشرقی کتابوں کے انگریزی اور فرانسیسی ترجموں سے بہت متاثر ہوا۔

اٹھارہویں صدی کے آخر میں فرانسیسیوں نے نپولین کی سرکردگی میں مصر پر حملہ کیا تھا اور اس طرح عربی تمدّن رکھنے والے ایک ملک سے اُن کا براہِ راست تعلق ہو گیا۔ اس کے علاوہ تحصیل علومِ عربی کی تحریک میں اس وجہ سے بھی نیا زور پیدا ہو گیا کہ چند سال بعد محمد علی پاشا کی قیادت میں مصر ایک طاقتور اور عملاً مستقل حکومت کی حیثیت سے نمودار ہوا اور یورپی سیاسیات میں اہم حصہ لینے لگا۔ اس طرح ہم انیسویں صدی میں پہنچ جاتے ہیں جو ہماری آئندہ تقریر کا موضوع ہو گا۔